کلامِ رشک

یعنی

اعلیٰ حضرت ہز ہائینس نواب

سر سیّد محمد حامد علی خانصاحب بہادر رشک

والی رام پور خلد اللہ ملکہٗ

کی تازہ غزلیات و رباعیات

جسکو

مرزا اسحٰق بیگ نے اپنے پبلک پریس مراد آباد میں

چھاپا اور شائع کیا

نذر

اعلیحضرت، فلک رفعت، خورشید منزلت، سکندر صولت، دارا حشمت، کیوان علم، انجم خدم، خدیو جہاں، خداوندِ خدائیگاں، سلیماں جاہ، فریدوں بارگاہ، مہر سپہر کامگاری، کوکبِ برجِ بختیاری، فرازندہ چترِ اقبال، زیبندہ تختِ اجلال، حضور پر نور فرزند دلپذیر دولتِ انگلشیہ، عالی جاہ مخلص الدولہ، ناصر الملک، امیر الامرا، ہز ہائینس کرنل نواب سر سید محمد حامد علی خان بہادر رشک مستعد جنگ، جی سی آئی ای، جی سی وی او، اے ڈی سی ٹو ہز مجسٹی دی کنگ امپرر، فرمانروائے دار السرور ریاست رام پور خلد اللہ ملکہ کا کلام معجز نظام سلکِ طباعت میں منسلک کر کے حضور والا کی نذر کرتا ہوں کہ خود حضرتِ اقدس سلطانِ قلمروئے ادب شہریارِ ملکِ معانی فرمانروائے اقلیمِ سخندانی و تاجدارِ مملکتِ زباندانی ہیں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

۴۔ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء

دعاگو

مرزا اسحٰق بیگ

ایڈیٹر رسالہ حیاتِ اردو مراد آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عیش تھا ہر دم کسی غم سے شناسائی نہ تھی / یہ کلی دل کی کسی کے غم میں مرجھائی نہ تھی

جیسی تو نے آج اپنے ہاتھ سے دی ہے شراب / ہم کو تو ساقی شراب ایسی کبھی بھائی نہ تھی

کھینچ کے اُس تیغِ نظر نے ہم کو زخمی کر دیا / زخم ایسا چوٹ ایسی تو کبھی کھائی نہ تھی

توبہ ہم نے توڑ دی ہے جام کیوں دیتا نہیں / پہلے تیری آنکھ ساقی ہم سے شرمائی نہ تھی

دل تو آیا جوش سے جس طرح آتی ہے بہار / پر یہ کہنا چاہیے ایسی خزاں آئی نہ تھی

وصل کی شب کے سب ارمان دل ہی میں رہ گئے / حسرتیں لاکھوں تھیں تیرے ساتھ تنہائی نہ تھی

آگئی فصلِ خزاں مرجھا گئی دل کی کلی / پہلے تھی یہ بھی شگفتہ ایسی کملائی نہ تھی

کیوں چرائی آنکھ ساقی کیوں نہیں دیتا شراب / اس سے پہلے تو طبیعت تیری ہرجائی نہ تھی

اب کھلا دل کا لگانا پہلے ہم واقف نہ تھے / عشق کی سر پر بلا اپنے کبھی آئی نہ تھی

یہ نہ تھا معلوم ہم کو خون رلوائے گا عشق / ٹھیس آزارِ محبت کی کبھی کھائی نہ تھی

لطف سے کٹتے تھے دن عشرت سے راتیں کٹتی تھیں / آنکھ میں آنسو نہ تھے غم کی گھٹا چھائی نہ تھی

بہت دل کو بھاتی ہیں وہ بھولی باتیں غضب کر رہا ہے لڑکپن کسی کا

کہی ایسی پیاری غزل رشک تم نے

اُبھرتا ہوا جیسے جوبن کسی کا

کیا چیز ہے وقت کم سنی کا کچھ خوف نہیں بُری بھلی کا

کیوں مست ہے فصلِ گل میں بلبل کیوں رنگ ہے اس پہ بیخودی کا

رونے میں نہیں اثر ہمارے اِس پر بھی گمان ہے ہنسی کا

کہتی ہے ادا سے اُس کی شوخی کٹ جائیگا اب گلا کسی کا

ہوتے ہی جدا کسی سے افسوس جاتا رہا لطف زندگی کا

دل لیکے بہلاتے ہو کیوں؟ بتلاؤ تو خوف ہے کسی کا

رونا ہے کبھی کبھی ہے جلنا الفت میں تو ہے مزہ اِسی کا

آنکھوں سے لہو بہا ہے برسوں یہ رنگ ہے اپنی عاشقی کا

اے رشک کلام میں تمہارے

انداز نیا ہے شاعری کا

جو اپنا نہیں دوست وہ دل یہی ہے
مرا سخت دشمن ہے قاتل یہی ہے

چلا تیر غمزے کا جب دل کی جانب
ادائیں پکاریں کہ منزل یہی ہے

تری تیغِ ابرو کو جب دیکھتا ہوں
تو دل مجھ سے کہتا ہے قاتل یہی ہے

مجھے قبر میں رکھ کے حسرت سے بولے
پُر ارمان دل تیری منزل یہی ہے

نظر پڑتے ہی دل تڑپ کر یہ بولا
حسین پیار کرنے کے قابل یہی ہے

بسی ہے مرے دل میں صورت تمہاری
اگر تم ہو لیلی تو محمل یہی ہے

ہوا خاک جل کر محبت میں تیری
نہ پوچھا جسے تو نے وہ دل یہی ہے

بنا دل نشانہ جو تیرِ جفا کا
محبت کا الفت کا حاصل یہی ہے

یہ آنکھیں محبت میں روتی رہی ہیں
جلا ہے جو الفت میں وہ دل یہی ہے

کہاں آئنہ کے سوا مثل تیرا
کوئی ہے تو مدِ مقابل یہی ہے

بہت سی جفائیں اُٹھانا پڑینگی
بہت ہونگے رسوا اگر دل یہی ہے

کھنچی ہے مرے دل پہ تصویر تیری
صنم بت پرستی میں کامل یہی ہے

نیا رنگ بدلا ہے اب رشکِ اس کا
نرالا زمانہ سے اک دل یہی ہے

کلامِ رشکؔ مرغوبِ جہان

۱۹۱۸

قطعہ تاریخ طبع کلامِ رشکؔ

از نتیجہ فکر

جناب مولوی مرزا طاہر بیگ صاحب طاہرؔ جانشین حضرت وفاؔ مرحوم مرادآبادی

کلامِ رشکؔ نے وہ اوج پایا
زمینِ شعر رشکِ آسماں ہے

اسے کہتے ہیں اردوئے معلّےٰ
جزاک اللہ کیا ستھری زباں ہے

کلام اوروں کے دیکھے اور سنے بھی
مگر یہ درد یہ شوخی کہاں ہے

ہوئے کیوں آپ محوِ فکرِ تاریخ

لکھو طاہرؔ "یہ مرغوب جہاں ہے"

۱۳۳۷ ہجری